قیام امن کے لئے امت مسلمہ کی ذمہ داری قرآن وسنت کی روشنی میں

The responsibility of the Muslim Ummah for establishing peace in the light of Quran and Sunnah

1. **Dr Hafeez ur Rehman Rajput**

Assistant professor
Department of Islamic Studies
G c University Hyderabad

Email:
hafeezurrehman@gmail.com

2. **Sadia Rehman**

Lecturer in Islamic Studies ,
Jinnah college for
women University of
Peshawar, KPK Pakistan

Email:
sadiarehman@uop.edu.pk

3. **Dr.Rizwana**
Assistant professor Department of Persian , GC University Lahore
Rizwanakhaliq3@gmail.com

To cite this article:

1. Dr.Hafiz ur Rehman 2.Sadia Rehman 3. Dr.Rizwan
, July – Dec Vol.5 Issue .2 (2024) Urdu
Al-Bahis Journal of Islamic Sciences Research, *5*(2),77-91 Retrieved from https://brjisr.com/index.php/brjisr/article/view/14

Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)

OPEN ACCESS

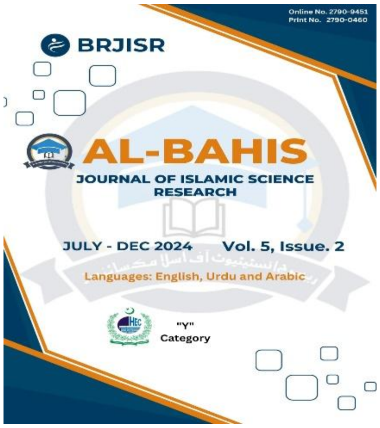

قیام امن کے لئے امت مسلمہ کی ذمہ داری قرآن وسنت کی روشنی میں

The responsibility of the Muslim Ummah for establishing peace in the light of Quran and Sunnah

Abstract

The Prophet of Islam (PBUH) established an Islamic society in a short period of 23 years and left a complete and savior system of trust for humanity through the universal and universal message of Islam. Hazrat Ameerul Momineen Ali Ibn Abi Talib says about the Prophet's philosophy of Ba'ath: "Even Malik sent Hazrat Muhammad (peace be upon him) to fulfill his promise and complete his prophet hood. The pledge was taken and the symbols of which were famous and the birth of Masood was blessed. At that time, the people of the earth were following different religions, different desires and different paths. Someone was telling God the image of the creatures, someone was distorting His names and someone was giving an indication of another God. The Lord guided everyone through you from misguidance and out of ignorance. 1(
God Almighty started the series of Prophets to deliver the salvation and happiness of humanity. From Adam to Khatam-ul-Nabien, the messengers of the Messengers guided humanity to the light of knowledge from the darkness of ignorance, the light of faith from the darkness of disbelief, freedom from slavery, and God from humanism. It had to lead to worship. Every Prophet began his call to Tauheed, i.e. La ilaha illa Allah, In this way, he endured all kinds of hard ships and uprooted disbelief, polytheism and deviant ideas through the publication of the true religion. But after the death of the prophets from this world, the followers of this prophet would distort the divine message and distort his original face, then the prophet would be sent again by God.
This continued until the last Prophet was sent by Allah. He ended the chain of Prophet hood and declared the religion of Islam as an everlasting and eternal religion until the Day of Judgment.

Keywords: Responsibility, Muslim Ummah, Peace development, Quran, Sunnah

تعارف

قرآن مجید نے ایسے خدا کا تصور پیش کیا ہے جو رحمٰن ورحیم اور رؤف وکریم ہے، اور اس نے پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جن الفاظ میں خاص طور پر تعارف کرایا ہے، وہ یہ ہے کہ آپ کو پوری کائنات کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے، "وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین"۔اس لئے اسلام کی تمام تعلیمات شفقت ومحبت اور حکمت ومصلحت پر مبنی ہیں، اسلام نے نہ صرف اپنوں سے محبت سکھائی ہے بلکہ دشمنوں سے بھی حسن سلوک کا سبق دیا ہے، کیونکہ دراصل یہ دین ہے ہی "دین محبت"، جس میں قدم قدم پر خدا سے محبت رسول سے محبت، مسلمانوں سے محبت، پوری انسانیت سے محبت، یہاں تک کہ خدا کی، تمام مخلوقات سے محبت کی تعلیم دی گئی ہے۔ایمان کے بعد اس دین میں جو چیز سب سے زیادہ محبوب ومطلوب ہے وہ "عدل" ہے، اور کفر کے بعد جو چیز سب سے زیادہ مذموم اور ناپسندیدہ ہے وہ "ظلم" ہے، اسی لئے بڑی حد تک مسلمانوں نے اپنی قوت وشوکت کے عہد میں اس کا عملی ثبوت دیا ہے اور ظلم وجور سے اپنا دامن بچایا ہے، بلکہ بعض دفعہ سیاسی کشمکش میں ایسا تو ہوا ہے کہ خود مسلمانوں کے ایک گروہ نے دوسرے گروہ پر زیادتی کی ہے، لیکن اس کی مثال شاذونادر ہی ملے گی کہ انہوں نے غیر مسلم رعایا کے ساتھ بدسلوکی کو روا رکھا ہو، اسی لئے ایک زمانہ تک بہت سی غیر مسلم اقلیتیں مسلمان حکومتوں کے زیر سایہ زندگی گزارتی رہی ہیں، اور انہوں نے اس خطہ کو امن وآشتی اور عدل وانصاف کے اعتبار سے اپنے ہم مذہب حکمرانوں سے بھی زیادہ مامون ومحفوظ جگہ تصور کیا ہے۔انسانی فطرت یہی ہے کہ رد عمل میں بعض دفعہ اور بعض علاقوں میں انتقامی اور جوابی کارروائی میں شریعت کی مقرر کردہ حدوں سے تجاوز ہو جاتا ہے، مسلمان خواہ کتنے بھی دشوار حال میں ہوں وہ بہر حال خیر امت ہیں، اور ان کی حیثیت انسانیت کے لئے داعی وہادی اور رہبر ورہنما کی ہے، اس لئے انہیں ایک طرف مغرب کے پروپگنڈہ کا جواب دینا ہے، اور اسلام کی حقیقی تعلیمات بھی لوگوں کے سامنے پیش کرنی ہیں اور دوسری طرف مشکل اور صبر آزما حالات میں بھی اپنے آپ کو اسلامی تعلیمات پر ثابت قدم رکھنا اور عملی طور پر اسلامی اخلاق کی تصویر دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے۔

اسلام اور امن عالم

حدیث نبوی ہے "لایحل لمسلم آن یروع مسلما۔"[1]

(کسی مسلمان کے لئے دوسرے مسلمان کو خوف زدہ کرنا جائز نہیں ہے) یعنی اگرچہ وہ مذاق ہی کیوں نہ کر رہا ہو، مثال کے طور پر اس کا تلوار، لوہے یا اژدہے سے اس کی طرف اشارہ کرنا یا اس کا سامان لے لینا جس کو وہ اپنے پاس موجود نہ پا کر گھبرا جائے

المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ ". [2]

---

[1] - مسند احمد، سنن ابی داؤد، طبرانی، التخریج: آخرجہ آبوداود ، 5004
Masanid Ahmed, Sunan Abi Dawood, Tabrani, Takhriz: Finally , Akhrija ,Abu Dawood , 2004

[2] - صحیح البخاري، خلاصہ حکم المحدث ، الصفحۃ اوالرقم 6484 / 10
Al -Bukhari, Summary Order, Al -Sa'adah and Al -Qa'im 10/6484

(مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔)

یہ دو حدیثیں مسلمان اور غیر مسلم سب کے لئے عام ہیں۔ کیونکہ مسلم و کافر میں سے ہر ایک انسان ہے جس کو اللہ نے مکرم بنایا ہے اور اس کی جان، دین، عقل، آبرو اور مال کو محفوظ قرار دیا ہے، نیز اس لئے کہ اسلام نے دین و مذہب کی تفریق کے بغیر ہر انسان کے حقوق کو تحفظ عطا فرمایا ہے اور کسی بھی انسان پر کسی قسم کی زیادتی کو علی الاطلاق حرام قرار دیا ہے۔ کیونکہ ظلم بذات خود ایک جرم ہے جس کی تائید کوئی مذہب یا کوئی آسمانی ملت نہیں کرتی ہے۔ بلاشبہ اسلام امن و آشتی اور صلح و سلامتی کا مذہب ہے، اور اس کا منشور ہی امن عالم اور ایک صالح نظام کی دعوت ہے۔ اسلام کا دہشت گردی اور ظلم و فساد سے کوئی جوڑ ہی نہیں ہے۔

دہشت گردی اور ظلم و فساد در حقیقت صرف ان جارحانہ اقدام کو کہا جاسکتا ہے جو کسی امن پسند قولا یا عملا معاہد فرد و افراد، قوم و جماعت اور ملک کے خلاف ہو۔ محض ظلم و عدوان، ناحق فتنہ و فساد برپا کر کے ایک صلح پسند معاشرہ و سماج میں خوف و ہراس کی نفسیات اور بے چینی و بے اطمینانی کی کیفیت پیدا کردے اور معاہد افراد و گروہ یا ملک کی جان و مال عزت و آبرو کو خطرہ کی زد میں لے آئے، ایسا جارحانہ اقدام یقیناً عقل و منطق کے خلاف ہونے کے ساتھ اصول اسلام اور ضابطہ شریعت سے متصادم ہے۔ اسلام ہمیں ایسی عمل سے روکتا ہے جس سے کسی مسلمان کو یا انسانوں کو کسی تکلیف میں مبتلا کردے مثلا

خیال میں چند چیزیں شامل ہیں۔

الف۔۔ کسی کی جان کو ناحق خطرہ میں ڈالنا، یا ہلاک کرنا

ب۔مالوں کو لوٹنا، چھیننا، برباد کرنا،

ج۔عزت و آبرو پر حملہ کرنا

د۔کسی کے مذہبی شعائر کو منہدم کرنا

ھ۔ یا مذہبی، اعمال پر پابندی لگانا، اس سے روکنا، اور ان چیزوں کے لئے جملہ وسائل استعمال کرنا۔

و۔آئینی حق کو سلب کرنے کی راہیں نکالنا۔

یہ سبھی اجتماعی اور انفرادی حیثیت سے دہشت گردی اور ظلم و فساد میں داخل ہیں، اسی طرح کسی طبقہ کی حق تلفی اور اس کا استحصال، یا اس کی ملکیت سے اس کی بے دخلی، اس کے املاک پر غاصبانہ استیلا، یہ سب اسی عمل کے مفہوم کلی کے جزئی افراد ہیں۔

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیۡنَ یُحَارِبُوۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ وَ یَسۡعَوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ فَسَادًا اَنۡ یُّقَتَّلُوۡۤا اَوۡ یُصَلَّبُوۡۤا اَوۡ تُقَطَّعَ اَیۡدِیۡہِمۡ وَ اَرۡجُلُہُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ اَوۡ یُنۡفَوۡا مِنَ الۡاَرۡضِ ؕ ذٰلِکَ لَہُمۡ خِزۡیٌ فِی الدُّنۡیَا وَ لَہُمۡ فِی الۡاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ﴿۳۳﴾[3]

[3] القرآن 5 : 33

Al-Quran 5: 33

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں اس لیے تگ ودو کرتے پھرتے ہیں کہ فساد برپا کریں 55ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کیے جائیں، یا سولی پر چڑھائے جائیں، یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں، یا وہ جلا وطن کر دیے جائیں۔ 56 یہ ذلّت ورسوائی توان کے لیے دنیا میں ہے اور آخرت میں ان کے لیے اس سے بڑی سزا ہے۔

"فساد فی الارض کی سعی جس سے انسانیت لرز اٹھے اور بجائے امن وآشتی کے ماحول کے بغض وایذاء رسانی کے رویے اپنائے جائیں اور ہر انصاف پسند اس طرح کے اقدامات کو برا سمجھے، اس آیت کے خلاف اور دہشت گردی میں شامل ہے، خطبہ کی آیت میں " ینھی عن الفحشاء والمنکر" کے بعد "البغی" کا جو لفظ ہے وہ بھی دہشت گردی کی فی الجملہ تعبیر ہے، اس آیت کے مفہوم میں سرکشی، تعدی یعنی اپنی قوت اور طاقت کے بل بوتے پر دوسرے کو مغلوب کرنے اور ناجائز فائدہ اٹھانے کی سعی بھی داخل ہے، نیز خلاف عدل واقدامات بھی دہشت گردی میں شامل ہیں۔

یہ آیت جھگڑے وفساد اور دہشت گردی کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کرتی ہیں جو "ینھی" کے ذیل میں ہے، اور دنیا سے دہشت گردی، ظلم وتعدی، خوف وہراس کی فضا کو ختم کرنے کا نظام بتاتی ہے، پس ظلم وتعدی، حق تلفی، جان، مال اور عزت وآبرو کی بربادی، خواہ فرد کرے یا جماعت یا حکومت، یہ سبھی دہشت گردی اور ظلم وزیادتی کے مفہوم میں داخل ہے۔

ناانصافی اور ظلم کے خلاف پر امن احتجاج اور اظہار حق نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ یہ واجب ہے، اور ظلم کے خلاف اٹھنا بشرطیکہ ظلم کی سیڑھی سے نہ ہو تو یہ جائز ہی نہیں بلکہ ضروری ہے، اللہ تعالیٰ نے دو مقام پر یہ حق دیتے ہوئے فرمایا:

اَلشَّہۡرُ الۡحَرَامُ بِالشَّہۡرِ الۡحَرَامِ وَ الۡحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعۡتَدٰی عَلَیۡکُمۡ فَاعۡتَدُوۡا عَلَیۡہِ بِمِثۡلِ مَا اعۡتَدٰی عَلَیۡکُمۡ ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ وَ اعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۱۹۴﴾[4]

ماہِ حرام کا بدلہ ماہِ حرام ہی ہے اور تمام حرمتوں کا لحاظ برابری کے ساتھ ہوگا۔ لہٰذا جو تم پر دست درازی کرے، تم بھی اسی طرح اس پر دست درازی کرو۔ البتہ اللہ سے ڈرتے رہو اور یہ جان رکھو کہ اللہ انھیں لوگوں کے ساتھ ہے، جو اس کی حدود توڑنے سے پرہیز کرتے ہیں۔

،اور دوسری جگہ

وَ اِنۡ عَاقَبۡتُمۡ فَعَاقِبُوۡا بِمِثۡلِ مَا عُوۡقِبۡتُمۡ بِہٖ ؕ وَ لَئِنۡ صَبَرۡتُمۡ لَہُوَ خَیۡرٌ لِّلصّٰبِرِیۡنَ ﴿۱۲۶﴾[5]

اور اگر تم لوگ بدلہ لو تو بس اسی قدر لے لو جس قدر تم پر زیادتی کی گئی ہو۔ لیکن اگر تم صبر کرو تو یقینا یہ صبر کرنے والوں ہی کے حق میں بہتر ہے۔

یعنی بدلہ لینا ضروری نہیں، لیکن اگر بدلہ لے تو اتنا ہی بدلہ لے جتنا کسی کے ساتھ کیا گیا، جرم وسزا میں تساوی ہو، ایسا نہ ہو کہ اینٹ کا جواب پتھر سے دے، کیونکہ حدود سے تجاوز اور ممنوعات ومنہیات کا پہلو اختیار کرنا اسلام میں جائز نہیں۔ یہ معاملہ چونکہ انتہائی نازک ہے، اس لئے اسلام کی تعلیم یہ ہے: "ولئن صبر تم لھو خیر للصابرین۔" اگر ایک طبقہ کی طرف سے ظلم وزیادتی ہو جس میں کچھ افراد شریک ہوں، تو مظلوم طبقہ کو ظلم کرنے والے کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی طرف جانا چاہئے، ظالم یا اس کے گروہ سے انتقام لینے کا حق اسلام میں کسی مظلوم کو نہیں دیا گیا ہے، مجرموں کو ان کے جرائم کی سزا خود مظلوم افراد دینا شروع کر دیں تو پورے ملک میں لاقانونیت ہوگی، جرائم کی سزا کے لئے حاکم اور حکمراں طبقہ مقرر کیا گیا ہے، یہ اب اس کی ذمہ داری ہوگی کہ مجرموں کو

---

[4] ۔القرآن02: 194

Al-Quran 194 : 02

[5] ۔القرآن16 : 126

Al-Quran 126:16

سزادے، عام حالات میں اسلام کا متفقہ اصول یہی ہے، اگر ہو مظلوم یا اس کا گروہ ظالم سے اس کے گروہ سے بدلہ لینا شروع کردیں تو قانون حکومت بے معنی ہو جائے اور انتشاری کیفیت عام ہو جائے گی، کبھی اصل مجرم چھوٹ جائے گا، غیر مجرم زد میں آجائے گا، مجرم کی شناخت اور اس کے ظلم کی تعیین وغیرہ عمل کا تعلق قانونی ذمہ داری اور حکومت سے ہے۔ پس ظالم سے یا اس کے گروہ سے مظلوم کا یا اس کے گروہ کا بدلہ لینا ملکی اور شرعی دونوں ہی قانون سزا کے خلاف ہے۔ جھگڑا و فساد اور دہشت گردی کے جو بھی اسباب و عوامل ہوں ان کے لئے مختلف الجہات کوششوں کی ضرورت ہے:

الف- پہلی کوشش تو یہ ہو کہ قانونی طور پر اس کے دفاع کے لئے جو گنجائش ہو اسے قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے دفع کیا جائے۔

ب- قانون کی بالادستی ہر ملک کے لئے سلامتی کی بنیاد ہے۔

ج- ظلم و ناانصافی کو واضح کرنے کے لئے مثبت دلائل کے ساتھ کلیدی عہدہ داروں سے لے کر دیگر ماتحت ذمہ داروں تک ظلم و ناانصافی کی شکایت تحریری طور پر مختلف زبانوں میں پہنچایا جائے۔

د- اخبارات و جرائد اور ذرائع ابلاغ کو انٹرویو دیئے جائیں، اور انصاف پسند گروہوں کی تائید بھی حاصل کی جائے۔

جان ومال، عزت وآبرو کی حفاظت شرعی اور قانونی حق ہے، یہاں دفاع فرض ہے، اس راہ میں اگر جان گئی تو وہ شہید ہوگا، نبی علیہ السلام کا فرمان ہے: "من قتل دومالہ فھو شھید و من قتل دون عرضہ فھو شھید"، البتہ جان ومال کے دفاع کے لئے ظالموں کے خلاف قانون کی راہ کو ہی اپنایا جائے۔[6]

اسلام اور آزادی

تمام اخلاقی احکامات کے الوہی ڈھانچے کی بنیادیں کسی بھی فرد کی زندگی، اموال و جائیداد، عزت وآبرو اور آزادی اظہار و خیال کو نقصان پہنچانے یا ان قدروں کی پامالی سے ممانعت پر استوار ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ان قدروں کو مقدس قرار دیا ہے۔[7]

امر و نہی یا تعزیر و سزا (مثلاً فساد بپا کرنے، قتل یا زخمی کرنے، زنا، بہتان طرازی اور چوری جیسے جرائم پر حدود) سے متعلق تمام تر قرآنی احکامات بنیادی طور پر حیات انسانی کے انہی چار دائروں کے تحفظ سے متعلق ہیں۔ مزید یہ کہ عقل انسان کو ان سزاؤں کی نوعیت اور حدود و قیود کی تعین کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔[8]

---

[6] ۔ محمد ظفیر الدین مفتاحی، بدرالحسن قاسمی، محمد برہان الدین سنبھلی، اسلام اور امن عالم ناشر۔ ایفا پبلیکیشنز، 161-ایف، جوگابائی، جامعہ نگر، نئی دہلی، ص 120،119
Muhammad Zafiruddin Muftihi, Badrul Hassan Qasmi, Mohammad Burhanuddin Sanbhali, Islam and Peace Alam Publisher. EFA Publications, 161-F, Joga Bai, Jamia Nagar, New Delhi, pg 119,120

[7] ۔ ریحان احمد یوسفی، کراچی کا سفر (جرنی ٹو کراچی)، اشراق (مارچ 2010)، ص 172

Rehan Ahmed Yousafi, Karachi Travel (Journey to Karachi), Ashraq (March 2010), pg 172

http://www.ishraqdawah.org/CurrentIshraqArticleDetail.aspx?Id=172

[8]. جاوید احمد غامدی، داڈیموکریٹک پروسزان دارائٹی گائیڈ ڈکیلفیٹ "شہزاد سلیم (ٹرین)، رینائینسنس (2000)، ص 172

محض ان دو صورتوں میں ہی ریاست یا عدالت کو یہ اختیار ہے کہ وہ مجرموں کو سزائے موت دے ایک اگر کوئی کسی کو قصداً قتل کر دے یا کوئی فرد یا گروہ زنا بالجبر، ڈکیتی، دہشت گردی، بغاوت یا شر انگیزی کرے، لیکن یاد رہے یہ حق فرد واحد یا کسی گروہ کو حاصل نہیں ہے .[9]

تاہم ارتداد، اہانت مذہب اور شراب نوشی کی سزاؤں سے متعلق اختلاف موجود ہے کیوں کہ جاوید احمد غامدی (اور ان کے متبعین) کا کہنا ہے کہ دور نبوت میں حد ارتداد کے اطلاق کی مثالیں دراصل الہیانہ مقصد کی تکمیل سے تعلق رکھتی ہیں۔ وہ ہمیشہ سے سزاؤں کے تناظر میں حدود/تعزیرات اور سیاست/شریعت جیسی دو قطبی تقسیم پر اصرار کرتے آئے ہیں۔ مابعد اسلامیتی حلقوں کا موقف ہے کہ ان لوگوں کو سزائے موت اس لیے دی گئی تھی کیوں کہ وہ رسول مکرم صہ کی جانب سے براہ راست اتمام حجت ہو جانے کے بعد پیغام رسالت کو جھٹلانے کے مرتکب ہوئے تھے۔[10]

تبدیلی مذاہب کی آزادی سے متعلق ان مفکرین کی دوسری توجیہ مذہبی آزادی کے انفرادی حق کے آزادانہ استعمال کے تصور پر مبنی ہے۔ کیونکہ ان کا ماننا ہے کہ اس کے برعکس خدائی اسکیم یعنی لوگوں کے ایمان و عمل کا امتحان لینے کی بنیاد ہی ڈھے جاتی ہے۔ اگر کسی فرد کو متفرق مذاہب و نظریات کے مابین انتخاب کی آزادی اور کھلے عام اپنے مذہبی اعتقادات کو بیان کرنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کے پیدائشی حقوق سے محروم کر دیا جائے تو اس سے الوہی ترکیب کی بنیاد کا چیلنج درپیش ہو گا جس کی خاطر دنیا پر زندگی کی تخلیق کی گئی ہے۔[11]

تاہم مابعد اسلامیتی حلقوں کے نزدیک اگر کوئی فرد انفرادی طور پر، کسی گروہ یا کسی قوم کی صورت کسی دوسرے فرد کو میسر ان چار مقدس حقوق (زندگی، اموال و جائیداد، عزت و آبرو اور آزادی) کی پامالی کا باعث بنتا ہے تو اس صورت میں یہ فرد ان مقدس دائروں پر اپنا حق کھو دے گا۔[12]

مکرر عرض ہے کہ یہ ان منفرد اصولوں اور منہج تعبیر کا ثمر ہے کہ جہاد کی باقی ماندہ واحد قسم، یعنی مسلح جدوجہد بھی انہیں چار دائروں کے تحفظ اور بقا سے متعلق اور انہی پر منحصر ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ مسلح جہاد کا جواز اسی وقت میسر ہو سکتا ہے جب کسی قوم یار یاست کی جانب سے ایسے منصوبے عمل میں لائے جائیں جن سے مذہبی جبر اور ناانصافی کو شہہ ملے۔ اس صورت میں بھی جہاد کا حکم جاری

کرنے کی شرعی شرائط پوری کرنا لازمی ہے۔ جیسا کہ اس فیصلے کا حق ریاست کو ہے، فوجی طاقت میں توازن ہونا چاہیے، جنگ کے التزام کا اخلاقی جواز میسر ہو، برسرپیکار ممالک کے مابین کوئی امن سمجھوتہ یا عالمی معاہدہ نہ ہون یہاں یہ بات ذکر کرنا بھی اہم ہے کہ ہمیں تصوراتی ارتقاء کی ایک جھلک نظر آتی ہے۔ مابعد

Javed Ahmad Ghamdi, The Democratic Processes in the Rightly Guide Califette "Shahzad Saleem (Train), Reniusanis (2000). Pg 172

http://www.monthlyrenaissance.com/issue/content.aspx?id=580

[9]. Muhammad farooq khan ,Islam and the Modern world : A Discussion on some Important Contentious Issues (Mardan : Awareness for Moderation,2009) pg 10

[10]. Javed Ahmed Ghamidi , Burhan (lahore: Al-Mawrid , 2006), khan ,Islam and the Modern world ,3_35;also see various sections of chapter 5 and 6. Pg 138

[11]. Ibid , pg 40

[12]. Javed Ahmed Ghamidi,Meezan (lahore : Al- Mawrid ,2009),589

اسلامیتی مفکرین مصلحانہ جہاداور مدافعانہ جہاد جیسی تقسیم سے مولانا مودودی کے تصور جہاد کو ترک کر چکے ہیں۔ان کا کہنا ہے کہ تمام غزوات و سرایا کا تعلق الھیانہ مقصد کی تکمیل سے تھااوراب ان کی حیثیت محض تاریخی زمرے کی سی رہ گئی ہے۔[13]

ظھر الفساد فی البر والبحر

آج سے 133 برس پہلے کا واقعہ ہے کہ دنیا استبداد و استعباد کے عذاب الیم میں مبتلا تھی۔غلامی کی زنجیروں نے اس کا بند بند جکڑ رکھا تھا،فرماں روایان ملک، امرائے شہر،روسائے قبائل،اپنے اپنے حلقہ فرمانروائی میں"ارباب من دون اللہ" تھےاوران کے ہاتھ میں ان کے اطاعت گزاراور پیرو بلکل مثل معدوم الاءرادۃ عمل کے تھے،جن کی زندگی کا واحد موضوع صرف اپنے قادر قابض کی تکمیل ہوائے نفس واتباع مرضات تھا۔صداقتوں کی حقیقت اورامور واقعات کی صداقت کا فیصلہ سلاطین وامراء کے چشم وابرو کا ایک اشارہ،اور ملوک ورؤساء کے کام ودہن کی ایک جنبش کرتی تھی۔ مسیح 1700 برس پہلے،ذات شاہی ہر تقدیس سے متصف،ہراحترام فوق العادت سے مقدس،اور ہر نقص وعیب سے مبرا تھی،کیونکہ وہ خدا تھی،خدا کا سایہ تھی،یاکم ازکم مرتبہ انسانیت سے ایک بالاتر شے ضرور تھی۔

فراعنہ مصر دیوتا تھے۔اسی لئے مصر کے ایک فرعون نے مسیح سے 1700 برس پہلے اپنے درباریوں کو کہا تھا"انا ربکم الاعلیٰ"یعنی موسیٰ کا خدا کون ہے؟تمہارا بڑا خدا تو میں ہوں"کلدانیوں کے ملک میں نمرود بابل کی پرستش کے لئے ہیکل بنتے تھے،ہندوستان کے راجہ دیوتاؤں کے اوتار زمین پراترتے تھے،روما کا پوپ خدا کے فرزند کا جانشین تھا،اوراس کا آستانہ قدس سجدہ گاہ ملوک وسلاطین۔

روم کے قیصر اور فارس کے کسری،گو دیوانہ تھے،لیکن فطرت سے بشریہ سے منزہ،اور مرتبہ انسانیہ سے بلند تر ہستی تھے،جن کے سامنے بیٹھنا ممنوع،جن کے سامنے ابتدائے کلام گناہ،جن کا نام لیناسوءادب،اور جن کی شان میں ادنی سا اعتراض بھی موجب قتل تھا،بیت المال ملکی سامان مصرف،رعایائے ملک غلامان درگہ شاہنشاہی تھے۔

دنیا اسی تعبد وغلامی اور ذلت وتحقیر میں غوطہ زن تھی کہ بحر احمر کے سواحل پر ریگستانی سرزمین میں ایک "عربی بادشاہ"کا ظہور ہوا،جس نے اپنے معجزانہ زور توانائی سے قیصر وکسریٰ کے تخت الٹ دئے،بابائے رومۃ الکبریٰ کے ایوان قدس کی بنیادیں ہلادیں،تعبد وغلامی کی زنجیریں اس کی شمشیر غیر آہنی کی ایک ضرب سے کٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں۔

اوراستقلال ذات فکر،حریت خیال ورائے،شرف واحترام نفس،مساوات حقوق اورابطال شاہنشی کی روشنی میں دنیائے قدیم کے قلب سے نکل کر تمام دنیا میں پھیل گئی شاہان عالم مرتبہ قدوسیت ومعصومیت سے گر کر عام سطح انسانی پر آگئےاور عام انسان سطح غلامی وحیوانیت سے بلند ہو کر مصرو بابل کے دیوتاؤں اور

---

[13] -- حسن الامین،،ترجمہ: محمد تہامی،بشر،حذیفہ مسعودہ مذہب،ریاست اور سماجی تبدیلیاں ،اقبال انٹر نیشنل انسٹیٹیوٹ فار ریسرچ اینڈ ڈائیلاگ،اسلام آباد اشاعت:دوم،مئی 2020ء،ص223

Hassan Alamin, Publication: Translation: Mohammad Tahmi, Bashar, Hajifa Masooda, Religion, state and social changes, Iqbal International Institute for research and dialogue , Islamabad , Second May 2020,,pg 223

روم وایران کے قصر وکسریٰ کے پہلو بہ پہلو کھڑے ہوگئے،اور بقول گبن (مشہور مؤرخ)" قوائے عملی وزندہ دلی جو صومعوں اور خانقاہوں میں پڑی سوتی تھی، عسکری حجاز کی آواز دہل سے چونک پڑی۔اور اسلام کی اس نئی سوسائٹی کا ہر ممبر حسب استعداد فطرت وحوصلہ اپنے اپنے مرتبے پر پہنچ گیا۔

یہ معجزانہ قوت وتوانائی کیا تھی؟ جلال روحانی سے بھری ہوئی ایک آواز تھی، جو بوقبیس کی پہاڑی سے بلند ہوئی، اور جس سے گنبد عالم کا گوشہ گوشہ گونج اٹھا ، کہ اے اہل عالم

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾[14]

کہو،اے اہل کتاب! آؤ ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے۔ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں، اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنالے۔۔۔اس دعوت کو قبول کرنے سے اگر وہ منہ موڑیں تو صاف کہہ دو کہ گواہ رہو۔ ہم تو مسلم (صرف خدا کی بندگی واطاعت کرنے والے) ہیں۔

اس ایک آواز سے انسانی جباری والوہیت کے بت سرنگوں ہو کر گر پڑے۔ شہنشاہیوں کا پر اسرار اور عجب الخواص طلسم ٹوٹ گیا، بادشاہ، خادم، رعایا، بیت المال ، خزینہ عمومی اور تمام انسان مساوی الرتبہ قرار پاگئے۔ عرب کے بادشاہ نے اپنے لئے قصر وایوان طیار کرایا، نہ قاقم ودیبا کے فرش بچھائے، نہ سونے چاندی کی کرسیوں سے دربار سجایا، اور نہ اس اپنی ہستی کو انسانیت سے مافوق بتایا۔[15]

مساوات قانون کی اصلی تصویر صرف اسلام کے مرقع ہی میں مل سکتی ہے۔ قانون اسلام کی نگاہ میں حاکم ومحکوم اور امام وعامۂ ناس یکساں ہیں۔ کیا اسلام سے پہلے یہ ممکن تھا کہ بادشاہ اپنی رعایا کے مقابلہ میں ایک معمولی آدمی کی طرح عدالت میں حاضر ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابی رضہ ابن کعب میں ایک معاملہ کی نسبت نزاع ہوئی۔ زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں مقدمہ پیش ہوا۔ حضرت عمر رضہ جب ان کے پاس گئے تو انہوں نے تعظیم کے لئے جگہ خالی کردی۔ حضرت عمر رضہ نے فرمایا: ابن ثابت! یہ پہلی بے انصافی ہے جو تم اس مقدمے میں کی " یہ کہہ کر اپنے فریق کے برابر بیٹھ گئے۔ (کتاب الخراج)

اسی طرح حضرت امیر رضہ جب ایک مقدمہ میں مدعاعلیہ بن کر آئے تو ان کو مدعی کے برابر کھڑا ہونا پڑا۔ (عقد الفرید)

عہد عباسیہ میں حکومت اسلامی کی خصوصیات بہت کم باقی تھیں، لیکن پھر بھی جب مدینہ کی قلیوں نے خلیفہ منصور پر دار القضاء میں دعویٰ کیا، تو خلیفہ کو تنہا ان قلیوں کے دوش بدوش قاضی کے سامنے آنا پڑا۔ مامون کے دربار میں اسکے بیٹے عباس پر ایک بڑھیا نے نالش کی، اور شہزادہ عباس کو بر سر دربار بڑھیا کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے مقدمہ کی سماعت کرنی پڑی۔

قانون اسلامی میں قریب وبعید کا بھی کوئی امتیاز نہیں آنحضرت نے صاف فرمادیا۔

عن عبادۃ بن الصامت قال قال رسول اللہ صلعم اقیموا حدود اللہ علی القریب والبعید، ولا تاخذکم فی اللہ لومۃ لائم۔ (ابن ماجہ کتاب الحدود)

---

[14]۔القرآن 3 : 64
Al-Quran 64 : 03

[15]۔ابوالکلام آزاد، اسلام میں آزادی کا تصور، اہتمام، میاں شبیر احمد کھٹانہ، ناشر، مکتبہ جمال، لاہور، ص20
Abul Kalam Azad, the concept of freedom in Islam, organized, Mian Shabbir Ahmed Khatana, Publisher, School Jamal, Lahore, pg 20.

خدا کے حدود یعنی خدا کے مقررہ کردہ قوانین وآئین دور وقریب، رشتہ دار وغیرہ رشتہ دار سب پر یکساں جاری کرو، اور خدا کے معاملہ میں تم ملامت کرنے ولوں کی ملامت کی پرواہ نہ کرو۔[16]

نظام زندگی۔

جو رسول اللہ صہ نے دنیا کو عطا فرمایا۔ ظاہر ہے کہ اس کا رشتہ اسی نظریہ توحید وخدا پرستی کے ساتھ وابستہ ہونا چاہیے اور اس کے ساتھ اس کی وسعت میں وہ تمام اسباب معاش بھی آنے چاہئیں جو ایک انسان کو دنیا میں عافیت واطمینان کے ساتھ باعزت زندہ رہنے کے لیے ضروری ہیں گویا اسلامی نظام ایک سلسلہ ہے جس کا ایک سرا خالق کائنات سے جاملتا ہے اور دوسرا سرا مخلوق سے وابستہ ہے۔ اس رشتہ اور سلسلے کو عرف میں دین یا مذہب کہا جاتا ہے۔

دین فطرت اور صحیح مذہب وہی ہو سکتا ہے جو خالق ومخلوق دونوں کے . فطری مذہب وہی ہو سکتا ہے جو دین و دنیا اور معاش ومعاد دونوں کی کامیابی کا ضامن ہو حقوق کو اپنی اپنی حد میں پورا کرے اور جس کے ذریعہ سے ایک انسان بیک وقت اللہ تعالیٰ سے بھی پورا تعلق قائم رکھے اور تمام مخلوق سے بھی۔ اپنے نفس اور اہل وعیال سب متعلقین کی ضرورتیں بھی پوری کرے اور اپنے مالک وخالق کو بھی ہر قدم پر راضی رکھے۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم الانبیاء صہ تک تمام انبیاء ورسل کے آنے کا مقصد وحید خالق ومخلوق میں اسی رابطہ کو مستحکم ومضبوط بنانا اور خلق خدا کو اسی نظام کا پابند بنانا رہا ہے۔ تمام آسمانی کتابیں اسی نظام کی تشریح وتکمیل کے لیے نازل ہوئیں۔ اور اسی کو عملی جامہ پہنانے کے لیے انبیاء علیہم السلام ورحمۃ اللہ بھیجے گئے۔ کوئی آسمانی شریعت اور مذہب ایسا نہیں جس میں خدا وخلق دونوں کے حقوق کی ادائیگی اور تعلق مع اللہ اور تعلق مع الخلق کی ہمواری کا اہتمام نہ کیا گیا ہو، جبکہ دوسرے لفظوں میں معاش (یعنی دنیوی زندگی) سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اپنے اپنے زمانے میں ہر رسول ونبی معاش ومعاد یعنی اخروی زندگی سے قطع نظر کر لی جائے تو معاش یعنی دینوی زندگی بھی ہموار اور پر لطف نہیں رہ سکتی۔ اسی طرح معاش سے قطع نظر کرکے معاد کی فکر بھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ نصاریٰ کے دین میں جو رہبانیت "یعنی ترک دنیا" کی تعلیم بتلائی جاتی ہے وہ بھی عیسائیت کی اختراع ہے۔ نہ خدا تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے نہ ان کے رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے۔ اسی طرح قرآن وکریم نے یہ واضح کر دیا:

ثُمَّ قَفَّیْنَا عَلٰۤی اٰثَارِہِمْ بِرُسُلِنَا وَ قَفَّیْنَا بِعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ وَ اٰتَیْنٰہُ الْاِنْجِیْلَ ۬ۙ وَ جَعَلْنَا فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ رَاْفَۃً وَّ رَحْمَۃً ؕ وَ رَہْبَانِیَّۃَ ۨ ابْتَدَعُوْہَا مَا کَتَبْنٰہَا عَلَیْہِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰہِ فَمَا رَعَوْہَا حَقَّ رِعَایَتِہَا ۚ فَاٰتَیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْہُمْ اَجْرَہُمْ ۚ وَ کَثِیْرٌ مِّنْہُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۷﴾[17]

ان کے بعد پھر بھی ہم اپنے رسولوں کو پے درپے بھیجتے رہے اور ان کے بعد عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کو بھیجا اور انہیں انجیل عطا فرمائی اور ان کے ماننے والوں کے دلوں میں شفقت اور رحم پیدا کر دیا اور رہبانیت (ترک دنیا) تو ان لوگوں نے از خود ایجاد کر لی تھی ہم نے ان پر اسے واجب نہ کیا تھا سوائے اللہ کی رضاجوئی کے۔ سو انہوں نے اس کی پوری رعایت نہ کی پھر بھی ہم نے ان میں سے جو ایمان لائے تھے انہیں ان کا اجر دیا اور ان میں زیادہ تر لوگ نافرمان ہیں۔

انہوں نے رہبانیت کی بدعت خود نکالی ہم نے ان کو اس کا حکم نہیں دیا۔

غرض نہ معاد کے بغیر معاش درست ہو سکتا ہے اور نہ عادۃ معاش کے بغیر عام لوگوں کے لیے معاد کی فکر کامیاب ہو سکتی ہے اور ہر آنے والا رسول چونکہ خدا اور خلق کے درمیان ایک واسطہ کی حیثیت رکھتا ہے اس لئے اس کا اصل فریضہ یہی ہوتا ہے کہ وہ انسان کے معاد کے ساتھ معاش کو بھی درست کرے اور معاد کی اہمیت اور اولیت کو ان کے ذہنوں سے غائب نہ ہونے دے۔ وہ جس قدر اس فریضے کی ادائیگی میں کامیاب ہوتا اسی قدر اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا درجہ بلند ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض۔[18]

---

[16] ۔ ابوالکلام آزاد، اسلام میں آزادی کا تصور، اہتمام، میاں شبیر احمد کھٹانہ، ناشر، مکتبہ جمال، لاہور، ص27،28

Abul Kalam Azad, the concept of freedom in Islam, organized, Mian Shabbir Ahmed Khatana, Publisher, School Jamal, Lahore, pg 27,28

[17] ۔القرآن57 : 27

Al-Quran 27 : 57

[18] ۔القرآن2 : 253

یعنی ہم نے ان رسولوں میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔انہیں درجات کامیابی کا نتیجہ ہے۔

فرائض رسالت میں آنحضرت صہ کا کامیابی تمام انبیاء علیہ السلام پر فائق ہے۔

ہمارے آقا سردار عالم صہ کو سید الرسل اور امام الانبیاء قرار دینے کی بڑی وجہ بھی اصلاح خلق کے بارے میں آپ صہ کی وہ حیرت انگیز کامیابی ہے جو تمام انبیاء سابقین کے مقابلے میں خاص اہمیت رکھتی ہے۔

میدان حشر میں حسب تصریحات حدیث نبوی آنحضرت صہ کی امت تمام انبیاء سابقین کی امتوں سے زیادہ بھی ہوگی اور فائق بھی۔

جس زمانے 'جس ملک اور جس قوم میں آنحضرت مبعوث ہوئے وہ اصلاح سے انتہائی دور تھی۔

رسول کریم صہ کے مبعوث ہونے کا زمانہ انتہائی ظلمت و گمراہی کا زمانہ تھا جس میں تقریباً پورا عالم انسانیت مشرق سے لے کر مغرب تک خدا سے اپنا رشتہ یکسر توڑ چکا تھا۔انسان خدا اور آخرت کو بھلا کر دنیا کے عام جانوروں کی طرح صرف پیٹ بھرنے اور چندروزہ راحت و لذت حاصل کر لینے کو ہی اپنی معراج کمال سمجھ بیٹھا تھا۔قرآن کریم نے اسی صورت حال کو بیان فرمایا۔ ورضوابالحیوۃ الدنیاواطمانوابھا۔ "یعنی یہ لوگ صرف دنیا کی زندگی میں مگن ہوگئے اور اسی پر مطمئن ہو بیٹھے۔"

اور حقیقت شناس اہل بصیرت کے نزدیک ان کی مثال اس وقت اس بچے کی سی تھی جو ایک کروڑ روپے کے چیک کو پھینک کر ایک جھنجھنے پر راضی ہو جائے۔

حقیقت شناس لوگوں کی نظر میں صرف دنیا پر مٹنے والے لوگ سب کے سب نابالغ بچے ہیں جو حقیقت کو نہیں سمجھتے۔دانائے روم نے خوب فرمایا:

خلق اطفال اند جز مرد خدا

نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا

دنیا کی رنگینیوں میں مست ہو کر خدا اور آخرت کو بھلا دینے والا در حقیقت رنگین پردوں کو اپنا محبوب سمجھ بھیٹتا ہے۔یہاں ضرورت ہوتی ہے کسی حقیقت شناس بصیرت کی جو اس نگاہ کو ان پردوں سے آگے بڑھا کر مقصود اصلی تک پہنچائے۔

مولانا جامی رح نے فرمایا:

ہمہ اندر زمن تراز ین ست

کہ تو طفلی و خانہ رنگین ست

اور جب کوئی ان رنگین پردوں کا فریب خوردہ 'حقیقت سے روشناس ہو جاتا ہے تو بے ساختہ کہہ اٹھتا ہے۔

جزاک اللہ چشم باز کردی

مرا با جان جاں ہمراز کردی

اس کو محسوس ہو جاتا ہے کہ میں نے جس چیز کو اپنا محبوب بنایا ہوا تھا وہ محض ایک فریب تھا محبوب تو وراء الوراء ہے۔

کچھ بھی مجنوں جو بصیرت تجھے حاصل ہو جائے

تو نے لیلیٰ جسے سمجھا ہے وہ محمل ہو جائے

غرض خاتم النبیین صہ کا زمانہ بعثت وہ زمانہ ہے جب تقریباً ساری دنیا خدا 'آخرت اور معاد کا سبق قطعاً بھلا کر صرف معاش کے پیچھے پڑی ہوئی تھی۔انسان اپنی اصلی حیثیت کو بھلا کر زیادہ سے زیادہ ایک ہوشیار جانور بن کر رہ گیا تھا جو اپنی ہوشیاری سے دوسرے جانوروں پر حکومت کرتا تھا۔رسول کریم ﷺ نے آئینہ حقیقت نما دکھلا کر ان کو ان کی اصلی صورت و شکل اور اس کے تقاضوں سے آگاہ کیا جس کا حاصل خداشناسی اور خدا پرستی ہے۔اور جیسا کہ تصور معاد کے

Al-Quran 2 : 253

بغیر معاش بھی کبھی ہموار نہیں ہو سکتا۔ اس لیے ان کے معاش میں طرح طرح کی ناہمواریاں 'ظلم وجور' چوری ڈاکہ 'بدمعاشی' عیاشی' بے حیائی بری طرح چھا گئی تھی[19].

ادب رسول اللہ ﷺ کا

رسول اللہ ﷺ ساری کائنات کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وہ خوبی عطاء کی گئی جو کسی بھی بہترین انسان میں ہو سکتی ہے۔ مثلاً جمال (خوبصورتی) و کمال، ایثار و ہمدردی، غمخواری و شفقت، صبر و رضا، یہ وہ اوصاف ہیں جو کسی بھی انسان کو عظیم تر بنا دیتے ہیں۔ یہ تمام کے تمام اوصاف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں بدرجہ اتم موجود تھے۔ چنانچہ کوئی شاعر انہی صفات عظیمہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

کہ جو صفات اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں کو عطاء کی تھیں وہ ساری کی ساری ہمارے رسول مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کو عطاء کی گئی تھیں۔ شاعر کی یہ بات مبالغہ آرائی پر مبنی نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت کی عین عکاسی ہے۔ اگر ہم قرآن وحدیث کا مطالعہ کریں تو یہ بات ہم روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی کہ جتنی امتیازی صفات دوسرے انبیاء کرام علیہم میں موجود تھیں وہ ساری کی ساری صفات ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع کر دی گئی تھیں۔

ایسا کرنے کی وجہ یہ تھی کہ لوگوں کے دلوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدت و محبت اور ادب واحترام زیادہ سے زیادہ پیدا کر دیا جائے کیونکہ لوگ حسین وجمیل چیزوں سے محبت بہت زیادہ کرتے ہیں۔ یہ انسانی طبع ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حسن بھی خوب دیا گیا۔ تاکہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اخلاق حسنہ اور فاضلہ سے بھی مرقع کیا گیا۔ تاکہ صاحب عقل وخرد بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی محبت اور عقیدت واحترام کا اظہار کریں، اور اس کے لیے مجبور ہو جائیں کیونکہ عقل اخلاق حسنہ اور فاضلہ سے متصف لوگوں سے محبت کرنے پر مجبور کرتی ہیں۔

یہ ساری صفات آپ صہ میں پیدا ہی اس لئے کی گئی تاکہ لوگ آپ صہ کا ادب واحترام کریں، اور کوئی ایسی حرکت اور کیفیت وانداز اپنانے کی کوشش نہ کریں جو رسول اللہ صہ کے آداب کے منافی ہوں۔ اس لئے کہ جب تک کسی بھی ذات کا ادب واحترام پیدا نہ ہو گا اس کی بات کو اہمیت وحیثیت نہ دی جائے گی، اور جب کوئی اہمیت وحیثیت نہ دی جائے گی تو اس کی بات بھی نہ مانی جائے گی۔ رسول اللہ صہ کی بات کو نہ ماننے والا تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس تباہی اور بربادی سے بچانے کے لیے جس قدر زور اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں رسول اللہ صہ کے ادب واحترام پر دیا ہے۔ اس قدر زور کسی بھی شخصیت کے ادب واحترام پر نہیں دیا گیا۔ اور ہر ایسی حرکت سے روک دیا گیا ہے جو رسول اللہ صہ کے آداب کے منافی ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱﴾[20]

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ اور اس کے رسول کے آگے پیش قدمی نہ کرو، اور اللہ سے ڈرو، اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے

غور فرمائیں کہ اس آیت میں آپ صہ کا یہ ادب بیان فرمایا گیا ہے کہ آپ صہ سے کسی بھی طرح آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کرنی۔ نہ گفتگو میں اور نہ ہی اعمال اور کردار میں یعنی جب رسول اللہ صہ کسی معاملہ میں گفتگو نہ فرمائیں تو تمہیں بھی اس معاملہ میں گفتگو کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ بلکہ تم پر لازم ہے کہ رسول اللہ صہ کی موجودگی میں ہمیشہ خاموش رہ کرو۔ کیونکہ رسول اللہ صہ کی موجودگی میں تمہارا بولنا آداب رسول اللہ صہ کے خلاف ہے۔

---

[19] ۔ ابو حمزہ عبدالخالق صدیقی، اسلام کا نظام اخلاق وادب، انصار السنہ پبلیکیشنز، لاہور، ص 11،12

Abu Hamza Abdul Khaliq Siddiqui, the system of Islam, Ansar al -Sana Publications, .Lahore, pg 11, 12

[20] ۔القرآن 49 :01

Al-Quran 01 : 49

اب ایسے لوگوں کو اپنے کردار کا جائزہ لینا چاہئے۔ کہ جو حدیث رسول اللہ صہ کے ہوتے ہوئے بھی دوسروں کے قول وفعل کو پیش کرتے ہوں یعنی حدیث رسول صہ پر دوسروں کے قول وفعل کی اہمیت دینے کی کوشش کرتے ہوں۔ یہ صورت بھی رسول اللہ صہ سے آگے بڑھنے کی ایک کوشش ہے کہ جس کو کسی بھی طرح جائز قرار نہیں دیا جاسکتا۔ لہٰذا رسول اللہ صہ کے آداب واحترام کا تقاضا یہ ہے کہ جب آپ صہ کی کوئی حدیث آجائے اس کے سامنے اپنی گردن جھکا دینا چاہئیے۔ اور اس حدیث کی موجودگی میں اپنے خیالات وآراء سے بچنا چاہیئے۔ کیونکہ یہی مومنوں کا شیوہ وکردار ہے۔ اسی میں ہی کامیابی کا راز پوشیدہ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵۱﴾[21]

" ایمان لانے والوں کا کام تو یہ ہے کہ جب وہ اللہ اور رسول کی طرف بلائے جائیں تاکہ رسول ان کے مقدمے کا فیصلہ کرے تو وہ کہیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں،"

مذکورہ انداز کامیاب مومنوں کا ہے کہ ہم آپ صہ کی بات کو سنتے ہیں، اور سنتے ہی گردن جھکا دیتے ہیں۔ اس کے برعکس بدبخت ہیں وہ لوگ جو آپ صہ کے فرامین کو کوئی اہمیت نہ دیں۔ بلکہ دوسروں کی باتوں پر اعتماد کریں اور سننے کے مطابق زندگی گزارنے کو اپنا نصب العین قرار دیں۔[22]

خلاصہ

اسلام امن وآشتی اور صلح وسلامتی کا مذہب ہے، اور اس کا منشور ہی امن عالم اور ایک صالح نظام کی دعوت ہے۔ اسلام کا ظلم وفساد، دہشت گردی سے کوئی جوڑ ہی نہیں ہے۔ جو کسی امن پسند قولاً یا عملاً معاہد فرد وافراد، قوم وجماعت اور ملک کے خلاف ہو۔ محض ظلم وعدوان، ناحق فتنہ وفساد برپا کر کے ایک صلح پسند معاشرہ وسماج میں خوف وہراس کی نفسیات اور بے چینی وبے اطمینانی کی کیفیت پیدا کردے اور معاہد افراد وگروہ یا ملک کی جان ومال عزت وآبرو کو خطرہ کی زد میں لے آئے، ایسا جارحانہ اقدام یقیناً عقل ومنطق کے خلاف ہونے کے ساتھ اصول اسلام اور ضابطہ شریعت ست متصادم ہے۔

دہشت گردی اور ناانصافی، ظلم وفساد وہ حد سے بڑھا ہوا ظلم ہے جس کا ارتکاب افراد، گروہ یا حکومتیں کسی انسان، اس کے دین، اسکے خون، اس کی عقل، اور اس کے مال اور اسکی عزت پر زیادتی کے طور پر کرتی ہیں، اس میں خوف ذدہ کرنے، تکلیف پہنچانے، دھمکی دینے، ناحق قتل کرنے، خونریزی کی مختلف صورتیں، راستے کو پر خطر بنانے اور ڈاکہ زنی کی تمام اقسام داخل ہیں، نیز اس میں تشدد یا دھمکی کی ہر وہ کاروائی شامل ہے جو کسی فرد یا گروہ کے مجرمانہ منصوبہ کو بروئے کار لاتے ہوئے کی جائے اور جس کا مقصد لوگوں میں رعب پیدا کرنا یا ان کو تکلیف پہنچا کر خوف زدہ کرنا یا ان کی زندگی، ان کی آزادی، ان کی سلامتی اور ان کے حالات کو خطرہ سے دوچار کرنا ہو، اس کی اقسام میں ماحولیات کو بگاڑنا، انتفاع کی چیزوں یا عمومی یا پرائیوٹ املاک کو تباہ کرنا یا ملکی اور قدرتی ذرائع پیداوار کو خطرہ سے دوچار کرنا شامل ہے۔ یہ تمام کاروائیاں فساد فی الارض کی مختلف صورتیں ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو منع کیا ہے: "اور زمین میں فساد نہ مچاؤ، بے شک اللہ تعالیٰ فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں فرماتا")۔

---

[21] القرآن 24 : 51۔

Al-Quran 51 : 24

[22] ابو حمزہ عبدالخالق صدیقی، اسلام کا نظام اخلاق وادب، انصار السنہ پبلیکیشنز، لاہور، ص 45

Abu Hamza Abdul Khaliq Siddiqui, the system of Islam, Ansar al -Sana Publications, Lahore, pg 45

سفارشات

☆ قوم کے نظام اخلاق ونظام عمل کے لیے اس سے زیادہ کوئی خطرناک امر نہیں کہ موت کا خوف، شدائد کا ڈر، عزت کا پاس، تعلقات کے قیود، اور سب سے آخر قوت کا جلال و جبروت، افراد کے افکار و آراء کو مقید کردے۔ ان کا آئینہ ظاہر، و باطن کا عکس نہ ہو۔ یہ وہی چیز ہے جس کو اسلام کی اصطلاح میں "نفاق" اور "کتمان حق" کہتے ہیں اور جس زیادہ مکروہ اور مبغوض شے خدائے اسلام کی نظر میں کوئی نہیں۔ اسلام کی بیشمار خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کی ہر تعلیم موضوع بحث کے تمام کناروں کو محیط ہوتی ہے۔

☆ کسی کی جان ومال اور عزت وآبرو پر حملے کی صورت میں اس کو مدافعت کرنے کا پورا حق حاصل ہے۔ چاہے وہ اقوام کے خلاف اختیار کئے جانے والے عام آمرانہ طریقے ہوں یا آمریتوں کو تحفظ دینے والے تمام نظامات۔

☆ ایسے تمام عسکری طور طریقے جو انسانی اقدار و عراف کے خلاف ہوں جیسے کیمیاوی، نیوکلیائی اور حیاتیاتی اسلحے، آبادیوں کو نشانہ بنانا، گھروں کو بارود سے اڑادینا، شہریوں کو ترک وطن پر مجبور کرنا وغیرہ۔

☆- جغرافیائی، ثقافتی اور میڈیائی ماحول کو آلودہ کرنے کی تمام کوششیں۔ بسا اوقات دہشت گردی کی تمام اقسام میں فکری دہشت گردی سب سے زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔

☆- ہر ایسا اقدام جو قومی یا بین الاقوامی اقتصادیات کو تباہ کرنے، محتاجوں اور وسائل سے محروم لوگوں کو ضرر پہنچانے، سماجی اور اقتصادی امتیازات کو بڑھانے اور اقوام کو بھاری قرضوں کے جال میں پھنسانے کا ذریعہ ہو۔

☆- ہر ایسا سازشی قدم جو اقوام کی آزادی وخود مختاری حاصل کرنے کی مرضی کو کچلنے اور ان پر ذلت آمیز معاہدے تھوپنے کے لئے اٹھایا جائے۔

نتائج

1- تشدد کا ہر وہ عمل جس کے ذریعہ کسی فرد یا جماعت کو کسی شرعی جواز کے بغیر خوف وہراس میں مبتلا کیا جائے یا اس کی جان ومال، عزت وآبرو، وطن ودین اور عقیدے کو خطرے سے دوچار کیا جائے دہشت گردی ہے، خواہ یہ عمل کسی فرد کی طرف سے ہو یا جماعت وحکومت کی طرف سے۔

2- کسی بھی حکومت وریاست کی طرف سے ایسی تدابیر اختیار کرنا جن سے کسی فرد اور جماعت کو اس کے واجبی حقوق سے محروم کیا جائے، یا ان کو کسی طرح کا نقصان پہنچایا جائے وہ ایک ناپسندیدہ عمل ہے۔

3- کسی بھی طرح کی ناانصافی کے خلاف مناسب اور مؤثر طریقہ پر آواز اٹھانا مظلوم کا ایک حق ہے۔ مظلوم کی طرف سے ظلم کا دفاع کرنا اس کا حق ہے۔

4- ظلم کرنے والوں کا تعلق جس طبقہ اور گروہ سے ہو، اس کا بے قصور افراد سے ظلم کا بدلہ لینا جائز نہیں ہے۔

5- ظلم وفساد، کے سدباب کی صورت یہ ہے کہ تمام لوگوں کو مساوی طریقہ پر عدل وانصاف فراہم کیا جائے،انسانی حقوق کا مکمل احترام، جان ومال اور آبرو کا مکمل تحفظ کیا جائے، نسلی، قبائلی، مذہبی اور لسانی امتیازات کالحاظ کئے بغیر تمام انسانوں کو باعزت زندگی گزارنے کا موقع دیا جائے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)